مکاتیب

(۱)

لندن، ۷/اپریل ۲۰۰۷ء

محترم مولانا راشدی دام لطفہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

پچھلے چار مہینے ہندوستان میں گزرے۔ گزشتہ ہفتے واپسی ہوئی تو یہاں مارچ کا الشریعہ دیکھا۔ ''اسلام کے نام پر انتہا پسندی'' کا جو قصہ ''کلمۂ حق'' میں رقم کیا گیا ہے، اس سے بہ صدر نج تصدیق ہوئی کہ روزنامہ جنگ وغیرہ سے جو صورت اور نوعیت اس قصہ کی سامنے آرہی ہے، وہ ٹھیک ہی ہے۔ مگر معاملہ کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے اور اس کے بارے میں آپ کا جو شدید احساس و اضطراب تحریر میں نمایاں ہے، اس کو دیکھتے ہوئے ''کلمۂ حق'' کا حق ادا ہوتا نظر نہیں آیا۔ یہ اگر واقعۃً ''افسوسناک انتہا پسندی'' ہے تو پھر صرف ''افسوسناک'' کہہ کے چھوڑ دینے سے تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے قلم انتہا پسندی کے دباؤ میں آیا ہوا ہے اور پورے اظہارِ حق کا یارا نہیں ہو رہا۔ کیا اسے مایوس کن علامت کہنے کی اجازت دیں گے؟ اگر الشریعہ اور شریعہ کونسل کا سکریٹری جنرل بھی صاف یہ نہ کہے گا کہ یہ شریعت کے نام پر اٹھائے جانے والا قدم شرعی ہے یا غیر شرعی، تو پھر اور کون اپنے ذمہ اس اظہارِ حق کا حق سمجھے گا؟

آپ نے وفاق المدارس کی پوری قیادت کے اسلام آباد آنے اور بھرپور کوشش کے بعد ناکام لوٹ جانے کا بھی ذکر فرمایا ہے جس کا مطلب یہ کہ اس قیادتِ علیا نے اپنے لئے بے بسی کی حیثیت کو قبول کر لیا۔ یہ اور زیادہ اضطراب انگیز بات ہے۔ آخر یہ لال مسجد کے خطیب کون بزرگ ہیں جو شریعت کی بابت اپنے فہم کے مقابلہ میں کسی اور کی بات سننے کو تیار نہیں؟ مگر وہ شاید زیادہ قابلِ الزام نہ ہوں اس لئے کہ ان کا جو مطالبہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا ہے، اس سے بقول آپ کے ''ملک بھر کے دینی حلقوں نے اصولی طور پر اتفاق کا اظہار کیا ہے۔'' اس اصولی اتفاق کی سند ملنے کے بعد وہ اگر سمجھیں کہ وہ جو کر رہے ہیں، ٹھیک ہی کر رہے ہیں، تو کچھ زیادہ دوش انھیں کیوں کر دیا جا سکتا ہے؟ مولانا، کیا واقعی آپ بھی سمجھتے ہیں کہ جس سیاق وسباق میں یہ مطالبہ کیا جا رہا تھا، اُس سیاق وسباق میں بھی اسے اصولی اتفاق کی سند مل جانی چاہئے تھی؟ سیاق وسباق سے میرا مطلب، حکومت کے خلاف غصہ میں بچوں کی ایک لائبریری پر قبضہ (جسے پتہ نہیں کون سی اسلامی شریعت جائز رکھتی ہے؟) اور اس قبضہ سے دستبرداری کے لئے مطالبہ کہ اسلامی نظامِ شریعت کا نافذ کیا جائے، جیسا کہ آپ

کی تحریر بتا رہی ہے۔ایک غیر اسلامی فعل سے باز آنے کے لئے رکھی گئی اسلامی نظام نافذ کئے جانے کی شرط کو بھی اگر ملک بھر کے دینی حلقے ''اصولی طور پر'' اتفاق کی حقدار مان سکتے ہیں تو پھر لال مسجد کے خطیب صاحب کا شکوہ عبث ہے۔''اسلامی نظام'' کے آوازہ کا ایسا ماحول لوگوں نے پاکستان میں بنا دیا ہے کہ صحیح یا غلط جس انداز سے بھی یہ آواز کوئی اٹھا دے نمائندگانِ دین کو صحیح اور بجا کہتے ہی بنتی ہے۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم　　　کہ با من آنچہ کرد آں آشنا کرد

اس بے تکلفی اور گستاخی کی معافی۔ مارچ کے شمارے میں آپ کے یہاں کی تازہ مطبوعات میں ''ایک علمی وفکری مکالمہ'' کا اشتہار ہے۔کیا میں اس سے مستفید ہو سکتا ہوں؟

والسلام

(مولانا) عتیق الرحمٰن سنبھلی

(۲)

لندن ۹۔اپریل ۲۰۰۷ء

بخدمت محترم مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہم۔ جامعہ حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک۔ پاکستان

مولانائے محترم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

خدا کرے مزاج بعافیت ہو۔میں گزشتہ ہفتہ تک کئی ماہ سے انڈیا میں تھا۔ یہاں آتے ہی لال مسجد کی کہانی جنگ سے معلوم ہونا شروع ہوئی۔جس کی تصدیق کی ضرورت تھی تو وہ، بصد رنج، مولانا زاہد الراشدی کے الشریعہ سے حاصل ہوگئی۔ کل اس پر ایک عریضہ مولانا راشدی کو ای میل کیا ہے۔ الشریعہ میں وفاق المدارس کی اعلیٰ قیادت کے اسلام آباد جانے کا بھی ذکر تھا اور اسمائے گرامی میں حقانیہ کے دو بزرگوں کا بھی نام نظر آ رہا تھا۔اس حوالہ سے خیال ہو رہا تھا کہ وہ ای میل کیوں نہ آپ کی سمت بھی بڑھا دیا جائے۔ابھی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ آج کے جنگ میں مولانا سلیم اللہ خاں صاحب مدظلہٗ کا بیان پڑھا جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وفد کے شرکا میں مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مولوی عبدالعزیز صاحب کے شیخ بھی ہوتے تھے۔ پر وہ محترم اس رشتہ کا لحاظ و پاس دکھانے کو بھی تیار نہ ہوئے۔ یہ پڑھ کر ضروری معلوم ہوا کہ اپنا عریضہ بلا تاخیر آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں۔اس اضافہ کے ساتھ کہ امام لال مسجد کے اس رویہ کے بعد تو محض اتنا بیان بھی، جو مولانا سلیم اللہ خاں صاحب کے نام سے آیا ہے، کافی نہیں سمجھا جانا چاہئے۔اس کے بعد تو آپ حضرات کی پوری قیادت کی طرف سے ان صاحب کا بالکل واضح الفاظ میں ''برادری باہر'' (Ex-communicate) کیا جانا چاہئے۔ورنہ ان کے خودسرانہ رویہ کے ان اثرات سے بچاؤ ممکن نہیں ہوگا جن اثرات کا اشارہ مولانا سلیم اللہ خاں صاحب نے دیا ہے۔

والسلام

عتیق

(۳)

محترم ومکرم حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب